بہ فیض: تاج دارِ اہلِ سُنّت حضور مفتیِ اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
زیرِ سرپرستی: امینِ ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی، مارہرہ مطہرہ

عقل وشعور کی گرہیں کھولنے، علم وعمل کے باہمی رشتہ کو اُجاگر کرنے
مقصدِ زندگی اور وقت کی قدر و قیمت واضح کرنے والا ایک منفرد رسالہ

لفتة الكبد في نصيحة الولد

علامہ ابن جوزی کی دِل افروز نصیحت

اپنے لختِ جگر کے لیے

تصنیف لطیف: امام عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی بغدادی [۵۹۷ھ]

ترجمہ وتحقیق: محمد اَفروز قادری چریاکوٹی
[دلاص یونی ورسٹی/ جامعۃ المصطفیٰ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ]

ناشر: **نوری مشن** مالیگاؤں
ملنے کا پتا: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں
سنِ اشاعت ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء...... ہدیہ: دعاے خیر بہ حق اراکین ومعاونین نوری مشن
Cell. 9325028586 gmrazvi92@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَحوالِ مصنف

مصنف کتاب حضرت علامہ امام ابن جوزی -علیہ الرحمہ- کا اسم گرامی عبدالرحمٰن بن ابی الحسن بن علی بن عبداللہ بن حمادی بن محمد بن محمد بن جعفر الجوزی، کنیت ابوالفرج اور لقب 'ابن جوزی' ہے۔ آپ کے اس مشہورِ زمانہ لقب کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے آباء میں آٹھویں پشت پر جعفر نامی شخص کو جوزی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جب کہ ابن عماد کے بقول 'جوز' شہر بصرہ کا ایک محلّہ ہے۔

۵۱۰ھ- میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنی عمر کی بہ مشکل تین منزلیں طے کر پائے تھے کہ شفقتِ پدری سے محروم ہوگئے۔ مستقبل میں دنیاے اسلام پر آفتابِ علم ودانش بن کر چمکنے والے اس نونہال کی پرورش والد کے بعد پھوپھی نے کی۔

جب آپ حدِ شعور میں داخل ہوئے تو پھوپھی آپ کو ابوالفضل ابن ناصر کی مسجد میں چھوڑ آئیں، جو رشتہ میں اُن کے ماموں تھے۔ انھوں نے اس نہایت زیرک بچے کو اپنی تربیت میں لے کر پوری توجہ وانہماک سے علومِ دینیہ پڑھانا شروع کیا۔ آپ نے تھوڑے سے عرصے میں حفظِ قرآن، علوم قراءت اور تحصیلِ علمِ حدیث کی منازل طے کر لیے۔ خود فرماتے ہیں:

علم کی اہمیت ومحبت' بچپن ہی سے میرے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوگئی تھی، اور میں حصولِ علم کے لیے کسی بڑی سے بڑی مہم کو سر کرنے میں لذت محسوس کیا کرتا تھا؛ چناں چہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مقامِ علم پر فائز کر دیا۔

یوں تو علامہ ابن جوزی جملہ علوم متداولہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے؛ تاہم جس علم میں انھیں اَبدی وآفاقی شہرت حاصل ہوئی وہ علمِ حدیث ہے۔ اِس علم میں آپ کی بہت سی تصانیف یادگار ہیں؛ حتیٰ کہ اپنے مقامِ علم وتجربہ پر اعتماد کی وجہ سے کہا کرتے تھے:

میرے زمانے تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت شدہ کوئی بھی حدیث میرے سامنے بیان کی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ یہ صحت وضعف کے کس درجے پر ہے۔

اور یہ دعویٰ اِفتخار، غرور پر مبنی نہیں بلکہ اظہارِ حق وصداقت اور تحدیثِ نعمت کے طور پر ہے، خلکان نے آپ کے حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق اور اس کے ساتھ وابستہ مچلتی ہوئی تمناؤں کے اِظہار کا تذکرہ ایسے وارفتہ انداز میں کیا ہے جسے سن کر دردِ عشق رکھنے والے دلوں میں محبت کے نغمے چھڑ جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے حالتِ نزع میں نحیف سی آواز میں پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ وہ سارے قلم اکٹھے کیے جائیں جن سے میں نے تمام عمر شفیع روزِ محشر محبوبِ داور علیہ السلام کی مبارک احادیث لکھی ہیں اور ان کے سروں پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے۔

جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو اس سیاہی کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر اس پروانۂ شمع رسالت نے بحرِ محبت کی گہرائیوں میں ڈوب کر یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری نعش کو غسل دینے کے لیے تیار کردہ پانی میں یہ روشنائی ڈال دینا، شاید خدائے رحمٰن ورحیم اُس جسم کو نارِ جہنم سے نہ جلائے جس پر اُس کے محبوب کی حدیث کی روشنائی کے ذرے لگے ہوں۔

وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں روشنائی پھر بھی بچ رہی تھی۔ اس وصیت کو دیکھ کر اس عاشق جگر سوختہ کے حسنِ طلب پر صد آفرین کہنا پڑتا ہے کہ کس اَدائے دل رُبائی سے فضلِ باری کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ اللہ ہمیں بھی رخ والضحیٰ اور سرمہ مازاغ والے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے یہی انداز عطا فرمائے۔

تحریر وکتابت میں یگانۂ روزگار تو تھے ہی میدانِ خطابت میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ آپ عہد نوخیزی ہی میں اچھے واعظ تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحیتوں میں روز افزوں نکھار آتا گیا۔ آپ کی مجلسِ وعظ میں عوام الناس ہی نہیں خلیفۂ وقت بھی جملہ وزرائے سلطنت کے ساتھ پتھر کی تصویر بنا دم بہ خود بیٹھا ہوتا تھا۔ آپ نے حکمرانوں کی خوش نودی اور دربارِ شاہی میں رسائی کے لیے کبھی وعظ نہ کیا۔ خود کو ہمیشہ ظلِ سلطانی اور مداہنتِ لسانی سے دور رکھا۔ ساری عمر شمشیرِ وعظ اور نیزۂ قلم سے جہادِ حق کیا اور اسی راہ میں ۵۹۷ھ کے اندر جان' جانِ آفریں کے حوالے کردی۔ آپ کے وعظ و بیان سے متاثر ہوکر ہزاروں گم کردۂ راہ' فسق وفجور سے تائب ہوکر جادۂ مستقیم کے راہی بن گئے۔ اور کوئی دو لاکھ سے زائد کفار آپ کے دستِ حق پرست پر کلمۂ حق پڑھ کر حلقہ بہ گوشِ اسلام ہوگئے۔ علامہ ابن جوزی کو صرف علمِ حدیث اور فنِ وعظ ہی میں نہیں بلکہ تمام علوم میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔

الغرض! علامہ ابن جوزی اسلام کے حقیقی شیدائی اور پیغمبر اسلام کے سچے فدائی تھے۔ آپ اظہارِ حق کے لیے 'لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ' کی عملی تصویر تھے۔ تذکرۃ الحفّاظ میں آتا ہے کہ صاحبِ طبع شر خیز ابن عبدالوہاب نے اپنے مربی وزیر قصاب شیعی کو علامہ ابن جوزی کے خلاف بھڑکانا شروع کیا کہ کبھی ابن جوزی کی حرکات وسکنات کا بھی نوٹس لیا ہے وہ کٹر ناصبی اور اولادِ ابوبکر سے ہے، اور آپ کے منصبِ جلیلہ کے لیے کسی وقت بھی نقارۂ اجل بن سکتا ہے۔

بس اسی جُرم لاجَرم کی پاداش میں آپ کی ساری جائداد، گھربار اور اس کا مکمل اَثاثہ ضبط کرلیا گیا۔ اہلِ خانہ اور جگر کے ٹکڑے بچے بچیاں آنکھوں سے جدا کرکے دور دراز علاقوں میں پھینک دیے گئے اور آپ کو پابجولاں کشتی میں ڈال کر شہر واسط کے جیل خانہ کی طرف بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ نے زنداں کی تنگ وتاریک کوٹھری میں پورے پانچ سال کمال صبر واستقلال سے یوں گزارے کہ خود کھانا تیار کرتے، اور اپنے ہاتھوں سے کپڑے دھلتے اور زبانِ شکر سے یہ کہتے جاتے :

اے پروردگار! تو نے مجھ سے ناتواں سے اپنے دینِ مبین کی اتنی خدمت لی ہے۔ میں کس زبان سے تیرا شکر اَدا کروں!

قدرت نے آپ کو تصنیف کا ملکہ اور موقع بڑی فیاضی سے عطا کیا تھا یہاں تک کہ کثرتِ تصنیف میں آپ کا نام بہ طورِ ضرب المثل مشہور ہوگیا۔ اسماے رجال کے امام علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ابن جوزی جیسا صاحبِ تصانیفِ کثیرہ نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے۔

ابن خلکان تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ حکایت کرنے والے اگرچہ ابن جوزی کی تعدادِ کتب کے بارے میں مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کی تالیفات کو اِحاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا، مگر افسوس ہے کہ آپ کے حالات میں رقم شدہ تعداد مصنفات ایک سو کے عدد سے تجاوز نہیں کرپاتی؛ تو باقی کتب کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ صرصرِ زمانہ نے شاید ان پر گردِ نسیان ڈال دی ہے، 'لفتۃ الکبد فی نصیحۃ الولد' کا شمار بھی آپ کے انھیں نایاب رسائل میں سے ہوتا ہے؛ اس رسالے کی ہمہ جہت اِفادیت واہمیت کے پیشِ نظر اسے اُردو قالب میں ڈھال دیا گیا ہے؛ تاکہ اُردو داں طبقہ اس کے فیوض واَنوار سے محروم نہ رہ جائے۔

یہ رسالہ 'سمندر در کوزہ' کی بہترین مثال ہے۔ چند صفحات میں علامہ ابن جوزی نے وہ سب کچھ بیان کردیا ہے جس کی ضرورت' کارزارِ حیات میں ناگزیر ہوتی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ رسالہ دارین کی سعادتیں بٹورنے میں آپ کا معاون ثابت ہوگا۔ اللہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے، اور اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق ہمارے رفیق حال کردے۔ آمین یارب العالمین،

وصل اللّٰھم علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم.

ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

پروفیسر: دلاص یونی ورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

پرنسپل: جامعۃ المصطفیٰ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

الـحمد للّٰہ الـذي أنشأ الأب الأکبر من تراب، و أخرج ذریته من الترائب و الأصـلاب، و عـضـد الـعشـائـر بـالقرابة و الأنساب، و أنعم علینا بالعلم و عرفان الـصـواب، أحسـنَ التـربیة فـي الـصغر و حفظ في الشباب، و رزقنا ذریةً نرجو بهم وفورَ الثواب .

یعنی جملہ تعریفیں اللہ مالک الملک کو زیبا ہیں جس نے اَبُ الاکبر (حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر پیٹھ اور کولہے کی ہڈیوں کے درمیان سے ان کی نسلوں کی افزائش کا اہتمام فرمایا اور قرابت ونسب کی بنیاد پر خاندان کی بنیاد رکھی۔ پھر ہمیں بہ طورِ خاص دولت علم وعرفان سے سرفرازی بخشی، عہدِ طفولیت میں اس نے جہاں بہترین تربیت کی وہیں عالمِ شباب کو بھی اپنے دائرۂ تحفظ میں رکھا، اس پر مستزاد یہ کہ اس نے نعمت اولاد عطا فرمائی جن سے ہمیں ڈھیروں ثواب کی توقع وابستہ ہے۔

رَبِّ اجْـعَـلْـنِـيْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِيْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ o رَبَّـنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ o (۱)

اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے، اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما لے۔

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا۔

امابعد! جب مجھے اِزدواج واَولاد کی شرافت ونجابت کا علم ہوا تو میں نے ایک ختم قرآن کرنے کے بعد (لمحاتِ قبولیت میں) اللہ کی بارگاہِ میں دعا کی کہ پروردگار! مجھے دس اولاد عطا فرما؛ چناں چہ اس نے میرے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی اور محض اپنے فضل وکرم سے اس نے پانچ بچے اور پانچ بچیاں عطا فرمائیں۔ پھر اُن میں سے دو بچیاں اور چار بچے اُس کو پیارے ہوگئے، اب میرے پاس لختِ جگر ابوالقاسم کے سوا کوئی اولادِ نرینہ نہ رہی، تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ مولا! اسے میرا بہترین جانشین بنا اور اس کے ذریعہ دارین کی سعادتیں نصیب فرما دے۔

پھر کیا ہوا کہ میں نے اس کے اندر تحصیل فضل وکمال کے سلسلے میں وہ لگن جتن محسوس نہیں کی جو ہونی چاہیے، تو طلب علم کے حوالے سے اس کی تساہلی کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ رسالہ بہ طورِ خاص اس کے لیے ترتیب دیا؛ تاکہ دولتِ علم سے بہرہ ور ہونے کے لیے اس کی خفیہ صلاحتیں بیدار ہو جائیں

(۱) سورۂ ابراہیم: ۱۴/۴۰ تا ۴۱۔

اور اکتسابِ شعور وآگہی کے سلسلہ میں وہ خود کو میری روش پر جادہ پیما کر سکے- اور توفیق خیر دینے والا بس اللہ ہی ہے- مجھے اس حقیقت کا مکمل اعتراف ہے کہ اللہ جسے اپنی توفیق سے نواز دے اسے کوئی چاہِ ذلت میں ڈھکیل نہیں سکتا اور جسے گم گشتہ راہ کر دے اسے کوئی سامانِ رشد و ہدایت فراہم نہیں کر سکتا؛ تاہم اسی رب العزت کا اِرشادِ عالی ہے :

وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o (۱)

اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور باہم صبر کی تاکید کرتے رہے۔

فَـذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرىٰ o (۲)

پس آپ نصیحت فرماتے رہیے بشرطیکہ نصیحت (سننے والوں کو) فائدہ دے۔

اور طاقت وقوت کا سارا سرچشمہ اللہ جل مجدہ ہی کے پاس ہے۔

عقل وشعور کی اہمیت اور احساسِ ذمہ داری

عزیز از جان ! -اللہ تجھے توفیق خیر سے نوازے- اِس بات کو دل کی تختی پر نقش کر لے کہ اِنسان اس وقت تک حامل دانش وبینش قرار نہیں دیا جاتا جب تک کہ وہ تقاضا ہائے عقل کو رنگِ عمل نہ دے؛ لہٰذا عقل وشعور کی ساری توانائیاں اِکٹھا کر کے اپنی فکر کو عمل کے لیے مہمیز کر دو، اور نفس کے ساتھ ہمیشہ محتاط وچوبند، رہو اور اپنا خیال رکھو۔

تجھے یہ بات دلائل کی روشنی میں معلوم ہے کہ تو ایک مکلّف انسان ہے، اور تجھ پر کچھ ایسے فرائض عائد کیے گئے ہیں جن کی بابت تجھے (کل عرصۂ محشر میں) جواب دہ ہونا ہے۔ دو ملکوتی نمائندے تیرے اعمال واَلفاظ کا ریکارڈ تیار کرنے میں ہمہ وقت مشغول ہیں۔ حیاتِ مستعار کی ایک ایک سانس، موت کے ایک متعینہ دن کی طرف متواتر کھینچے لیے جا رہی ہے۔ دُنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے، جب کہ زندانِ قبر میں بے بس و بے کس پڑے رہنے کی مدت کافی طویل ہے، اور پھر ہوا و ہوس پر اوندھے منھ گرنے کے باعث عذابِ قبر اُس پر مستزاد۔ ذرا فکر کو آنچ دے کر سوچو کہ تمہارے گزشتہ کل کی لذتِ عیش کہاں گئی؟، یقیناً فنا ہوگئی؛ مگر اپنے پیچھے ندامت وافسوس کے کتنے طومار چھوڑ گئی!۔ یوں ہی شہوتِ نفس کا کیا بنا؟، شرم سے سر جھکا گئی اور پاؤں تلے زمین سرکا گئی۔

نورِ دیدہ ! یہ ایک کائناتی سچائی ہے جسے سدا یاد رکھنا کہ نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرنے کے بعد ہی سعادت وفلاح کسی کا مقدر بنتی ہے۔ اور شقاوت وبدبختی کے گھاٹ وہی اُترتا ہے جو آخرت فراموش ہو کر خود کو دنیا کی رنگ رلیوں میں گم کر دیتا ہے؛ لہٰذا ماضی کے بادشاہانِ جہاں اور زاہدانِ

(۱) سورۂ عصر: ۱۰۳/۳۔ (۲) سورۂ اعلیٰ: ۸۷/۹۔

شب زندہ داروں کے واقعات سے عبرت پکڑو اور اپنے لیے سامانِ نصیحت اِکٹھا کرو۔

مجھے بتاؤ اِن کی ساری عیش پرستیاں اور ساز و رباب میں ڈوبی ہوئی زندگیاں کہاں چلی گئیں؟، سب کا سب اُن کے لیے باعثِ تف اور حسرتِ محض بن گئیں!، اور ایسے نافرمانوں اور عصیاں شعاروں کے لیے دنیا کی زبانوں پر بُرے اَلفاظ تو ہیں ہی انھیں آتش دوزخ کا ایندھن بھی بننا ہے؛ لیکن اگر ڈھیروں ثواب اور حسنِ انجام ہاتھ آیا تو محض پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کو اور پھر خلق خدا کی زبانوں کا اُن کی ستائش سے تر ہونا اس پر مستزاد۔ گویا معاملہ یوں ہوگیا کہ جو دنیا سے آسودہ نفس ہوکر گیا وہاں اسے آسودگی نصیب نہ ہوئی اور جو یہاں فاقہ مست رہا وہاں نا آشنائے فقر و فاقہ رہا۔

اکتسابِ فضل وکمال سے پیچھے رہ جانا یقیناً کم نصیبی ہے۔ اور عیش وآرام کی چاہت و عادت ہمیشہ اپنے پیچھے ندامت کو جنم دیتی ہے، اور کچھ یہی حال لذتوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے رہنے کا بھی ہوتا ہے؛ لہٰذا ابھی وقت ہے، ہوش کے ناخن لو اور نفس کو (حصول علم وآگہی کی راہ پر) سرپٹ دوڑاؤ۔ یاد رہے کہ جملہ فرائض کی (ان کے وقتوں پر) اَدائیگی تمہارے ذمے ضروری ہے یوں ہی حرام کے ہر کام سے دامنِ حیات بچانا بھی اپنے اوپر لازم کرلو۔ اگر کسی نے اس سلسلے میں ذرا بھی سستی دِکھائی پھر اسے خود کو جہنم کے آتش سوزاں میں جلنے کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔

عزیز وافر تمیز! یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ فضل وکمال کی رفعتوں کا حصول اَربابِ جد و جہد کا منتہائے مقصود ہوتا ہے۔ دیکھو فضیلتیں بہت طرح کی ہوتی ہیں۔ بعض لوگ دنیا سے بے رغبتی ہی کو سب سے بڑی فضیلت سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا معیار یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت عبادت و بندگی میں جٹے رہنے ہی کو مایۂ فضل وشرف گردانتے ہیں؛ حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ علم وعمل کی دولت سے بہرہ وری سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ کہو کہ یہ تمام فضیلتوں کا مجموعۂ مرکب ہے۔ اگر کسی کو یہ دولت صحیح معنوں میں ہاتھ آجائے تو اسے اپنے خالق و مالک کا عرفانِ کامل نصیب ہو جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ محبت وخشیت الٰہی اور اس سے شوقِ ملاقات کی آنچ تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ سچ پوچھو تو فضائل وکمالات کا منتہائے مقصود یہ ہے۔ تمھیں پتا ہے کہ انسان کے حوصلہ وہمت کے مطابق ہی اسے کچھ ملا کرتا ہے، ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہر مرید مراد بن جائے اور ہر طالبِ شوق مطلب رسا ہو جائے؛ تاہم لوگوں کو جد و جہد اور تگ و دو جاری رکھنا چاہیے جو اس کا نوشتۂ تقدیر ہے وہ اسے مل کے رہے گا، اور نصرتِ حقیقی تو پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔

معرفت اِلٰہی کی تعمیر

انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ سب سے پہلے کائناتِ رنگ و بو میں بکھرے ہوئے

دلائل وشواہد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کمال پیدا کرے، ظاہر ہے کہ آسمان کو (بلاستون) پھیلا ہوا، زمین کو بچھی ہوئی خصوصاً اپنے جسمانی نظام کو دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ضرور ہے، جس طرح کسی پختہ ٹھوس عمارت کو دیکھ کر انسان کی توجہ معاً معمار کی طرف جاتی ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی سچائی کے دلائل پر نظر کرے، اور آپ کی تصدیق کے لیے سب سے بڑی دلیل قرآن کریم ہے جس نے بھری دنیا کو اپنی سورتوں کے مثل ایک چھوٹی سی سورہ لانے سے آج تک عاجز و درماندہ کر رکھا ہے۔

اب جب وجودِ باری تعالیٰ اور رسالت محمدی - علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام - کا عقیدہ لوحِ دل پر نقش ہو جائے پھر اپنی عنانِ توجہ شریعت مطہرہ (کے اَسرار و رموز سمجھنے) کی طرف موڑنا چاہیے؛ کیوں کہ اگر اس ترتیب کا خیال نہ رکھا جائے تو اس کے اِعتقاد کی دیواروں میں کبھی بھی دراڑ پیدا ہو سکتی ہے۔

اب اسے چاہیے کہ نماز و وضو کے ضروری مسائل معلوم کرے۔ صاحب دولت ہو تو زکوٰۃ کے مسئلے پر آگاہی حاصل کرے۔ اس طرح حج اور دین کے دیگر واجبات سیکھے۔ جب اسے ان واجباتِ دینیہ کا علم ہو جائے تو انھیں رنگ عمل دینا شروع کرے۔ اب جسے جتنی قوتِ پرواز ہے اسی کے مطابق وہ آسمانِ فضل وکمال پر کمندیں ڈالے گا۔ اب وہ چاہے تو قرآن کریم کا حفظ کرے، اس کی تفسیر سیکھے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں درک حاصل کرے، آپ کی سیرت طیبہ کو پڑھے، صحابہ کرام کی سیرتیں جانے اور یوں بعد کے علما و مشائخ کی حیات و خدمات پر بھی نظر رکھے؛ تا کہ اس کا طائر علم وفضل آسمانِ ترقی کی طرف رو بہ پرواز ہو سکے۔ یوں ہی زبان و بیان کی اِصلاح اور اس کی سلاست و بلاغت میں ترقی کے لیے اس کے قواعد واُصول کا علم سیکھے اور مروّجہ زبان میں درک حاصل کرے۔ یاد رہے کہ فقہ تمام علوم کی جڑ ہے۔ اور وعظ و نصیحت اس کا پھل؛ نیز اس کے فوائد و برکات کو پھیلانے کا ایک مؤثر ذریعہ۔

عزیز وافر تمیز ! مذکورہ علوم وفنون میں - اللہ کی توفیق سے - میں نے بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں جو تمھیں متقدمین مصنّفین کی کتابوں سے بے نیاز کر دیں گی؛ لہٰذا کتابوں کی چھان بین اور تصنیف کتب کے لیے تمھیں یہاں وہاں مارے مارے پھرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے وہ سب کچھ تمہارے لیے پہلے ہی مہیا کر دی ہیں۔ انسان کے حوصلے اس کی اپنی تساہلی کے باعث پژمردہ جاتے ہیں؛ ورنہ ان چیزوں سے انھیں کبھی سیری ہی نہیں ہوتی، اور اس کے بغیر انھیں چین ہی نہیں آتا۔

میں اس بات کو قطعی طور پر جانتا ہوں کہ ہمتیں انسانوں کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں؛ ہاں

بسا اوقات وہ پست ضرور پڑ جاتی ہیں تاہم کریدنے اور اُبھارنے سے وہ پھر چل پڑتی ہیں؛ لہٰذا جب کبھی اپنے اندر تساہلی دیکھو یا خود کو اِحساسِ کمتری کا شکار پاؤ تو اللہ کی بارگاہ سے توفیقِ خیر کی بھیک مانگو؛ اور اس بات کا یقین رکھو کہ تمھیں ہر خیر ونعمت اس کی طاعت و بندگی سے ہاتھ لگتی ہے، یوں ہی ہر نقصان اس کی معصیت و نافرمانی کی وجہ سے پہنچتا ہے۔ ذرا مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے کہ جس پر مولا اپنے عطا و نوال کی بارش فرمائے اور وہ بامُراد نہ ہوسکے؟، اور جس سے وہ اپنی رحمت ونعمت روک لے وہ کچھ پاسکے؟؟ یا اپنے کسی مقصد میں مراد آشنا ہوسکے؟ دیکھو شاعر نے کتنے مزے کی بات کہی ہے :

و اللّٰـہِ مَا جئتُکم زَائرًا إلَّا رأیتُ الأرضَ تُطوَی لِي
وَلا ثَنیتُ العَزم عن بابِکُم إلا تَـعَـثَّـرتُ بـأذیَـالِـي

یعنی قسم بخدا! جب میں تمھاری زیارت کے لیے آیا تو کیا دیکھا کہ زمین میرے لیے لپیٹ دی گئی ہے......لیکن جیسے ہی تمھارے دروازے سے ہٹنے کا اِرادہ کیا خود اپنے ہی دامن میں اُلجھ کر گر پڑا۔

پابندیِ شرع کا اِہتمام - نیز کچھ میری باتیں

پسرِ عزیز ! جب بات حدودِ شریعت کی آجائے تو ایسے وقت اپنے نفس کا بہ طورِ خاص جائزہ لیا کرو۔ پھر تمھیں پتا چل جائے گا کہ اس کا بچاؤ کیسے کیا جاتا ہے؟ کیوں کہ جو اپنے نفس کی حفاظت ورعایت میں کامیاب ہوگیا وہ صحیح معنوں میں کامیاب ہوگیا، اور جو اس محاذ پر ناکام ہوگیا سمجھو وہ مارا گیا۔ لگے ہاتھوں میں تمھیں اپنے کچھ اَحوال بھی بتا دیتا ہوں تاکہ تمھیں میری بے تکان محنتوں کا کچھ اندازہ ہوسکے اور مجھے اپنی دعاے خیر میں یاد کرسکو۔

مجھ پر جو کچھ بھی اَفضال واِنعام ہوا اور جو بھی عزتیں نصیب ہوئیں اس میں میرے اپنے کسب سے زیادہ میرے مولا کی نوازش وعنایت شامل ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں زندگی کی چھٹی بہار میں داخل ہوا تو مجھے مکتب کی نذر کردیا گیا، میں فطرتاً قوتِ ارادی کا بڑا دھنی واقع ہوا تھا۔ میں نے ہمیشہ اپنے سے بڑے بچوں سے یاری لگائی، اللہ جل مجدہ نے عالم طفولیت ہی میں مجھے عقل وشعور کی وہ پختگی عطا فرمادی تھی جو شیوخ کی عقل وخرد پر بھی بھاری تھی۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی سرِ راہ کسی بچے کے ساتھ کھیل کود کیا ہو، اور نہ ہی میں کبھی کھلکھلا کر ہنسا۔ اندازہ لگاؤ کہ جس وقت میں کوئی سات سال کا تھا جامع مسجد کے حلقاتِ درس میں حاضری دیا کرتا تھا۔

میں نے اتنی سی معمولی عمر میں بھی کبھی خود کو کسی شعبدہ باز یا لفظ کے بازی گروں کے پاس

جانے کی اِجازت نہ دی؛ بلکہ ایسے عالم میں، میں محدثین کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہتا تھا، ان کی بارگاہ میں جا کر اپنی بساطِ شوق بچھا دیتا تھا، جب میں ان سے کوئی حدیث سنتا تو نہ صرف وہ حدیث بلکہ اس کی طویل ترین سند بھی حفظ کرلیتا تھا، پھر جب گھر لوٹتا تو وہ ساری یادداشتیں قیدِ تحریر میں لاکر محفوظ کردیتا تھا۔

شیخ ابوالفضل ابن ناصر رحمہ اللہ (م ۵۵۰ھ) اپنی خاص توجہ وعنایت مجھ پر مرکوز رکھتے، مجھے لے کر شیوخِ حدیث کے پاس جاتے، انھیں کی صحبتوں میں رہ کر مجھے مسند اور دیگر بڑی کتابوں کو سماع کرنے کا زرّیں موقع میسر آیا، نیز میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ان کی طرف سے مجھ پر یہ بے پایاں کرم کیوں ہو رہا ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے میرے ملفوظات بھی جمع کیے، پھر جب میں سن بلوغ کو پہنچا تو انھوں نے وہ تحریر مجھے دکھائی، پھر میں نے ان کے فیضانِ صحبت کو اپنے اوپر لازم کرلیا تا آں کہ وہ اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے - اللہ انھیں جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے - تو معرفت ونقلِ حدیث کا یہ شعور میرے اندر ان کی کرم نوازیوں سے بیدار ہوا۔ یہ وہی دور تھا جب کہ میرے ہم عمر بچے دریاے دجلہ پر جاکر موج مستی کرتے، اور پلوں پر چڑھ کر کھیل کود کیا کرتے تھے، اور میرا اپنا حال یہ تھا کہ (نفس کے ہزار لبھانے کے باوصف) چھوٹی سی عمر میں دنیا سے بے تعلق ہوکر حدیث کا کوئی صفحہ لیے گھر کے خلوت کدے میں ہوتا اور اپنے قصرِ علم کی تعمیر وترقی میں مشغول رہتا۔ پھر زہد وورع کی دولت نصیب ہوئی اور دنیا سے دل بے زار ہوگیا تو دن روزوں میں گزرنے لگا اور سفرِ زندگی کے لیے تھوڑے سے زادِ راہ پر میں نے قناعت کرلیا اور نفس کے گلے میں صبر وشکیب کا تعویذ ڈال دیا۔ یوں ہی کاروانِ حیات چلتا رہا، نیز یہ کہ نیم شبی کی خلوتوں میں اُٹھ کر مولا کو منانا اور دمِ سحر کی دعاؤں سے خود کو محظوظ کرنا میرا معمول تھا۔

پھر میں نے اپنے آپ کو علم کے کسی ایک فن کی تحصیل ہی پر قانع نہ ہونے دیا بلکہ بہ یک وقت سماعِ فقہ وحدیث اور وعظ وبیان سے گہرا شغف رہا؛ نیز زاہدانِ شب زندہ داروں کی صحبتوں سے بھی اکتسابِ فیض ونور کرتا رہا۔ ساتھ ہی علمِ لغت سے بھی آشنائی کی اور ایسا کوئی فن نہ چھوڑا جس سے کہ عموماً گوشہ نشینی اختیار کرلی جاتی ہے یا جس کے بارے میں بار بار تاکید کرنا پڑتی ہے۔

یوں ہی جب کوئی مہمان یا اجنبی آجاتا تو میں اس کی ضیافت کے لیے بچھ بچھ جاتا اور جو کچھ موجود ہوتا پوری فراخ دلی سے اس کے روبرو پیش کردیتا۔ اس طرح فضائل وکمالات کی ہر شاخ پر میں نے اپنا آشیانہ بنانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ یوں ہی جب کبھی بہ یک وقت دو کام نکل آتے تو ان میں اس کام کو زیادہ ترجیح دیتا جو حق الحق کا آئینہ دار ہوتا؛ لہٰذا پروردگار نے میرے لیے ان حکمت وتدبیر کے عقدے حل فرمادیے اور مجھے ہمیشہ خیر وصلاح کی توفیق سے نوازا، ساتھ ہی حاسدین واَعداے دین

کے مکروفریب سے مجھے امان بخشا۔اس نے میرے لیے اسباب علم بہم پہنچائے، اور میرے رزق کا اہتمام اس انوکھے انداز سے فرمایا جس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔ مجھے فہم وفراست، حفظ کی سرعت اور تصنیف وتالیف کی جدت وندرت سے بہرہ مندفرمایا۔ دنیا کی کسی چیز کا مجھے حاجت مند نہ کیا بلکہ جہاں جس چیز کی ضرورت ہوئی فوراً مہیا ہوئی اورامید سے زیادہ ملی۔

ان سب پر مستزاد یہ کہ مخلوق کے دلوں میں میری بے پایاں عقیدت وقبولیت کے چراغ روشن کردیے، اورانھیں میری باتوں کا ایسا گرویدہ بنادیا کہ ان کی صحت ودرستی کے سلسلہ میں ان پر کبھی کوئی شک نہیں گزرتا۔ میرے ہاتھوں قریباً دوسوذمی دامنِ اسلام میں آباد ہوئے۔ میری مجلسوں میں لاکھوں سے زیادہ خوش بختوں کوتوبہ ورجوع نصیب ہوااورکوئی بیس ہزار سے زیادہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا جو جاہلوں کے بس کی بات نہیں۔

سماعِ حدیث کے سلسلے میں، میں مشائخ کے گھروں کے طواف کرتا رہتا تھا،کبھی کبھی دوری کا اِحساس نفس کے لیے باعثِ مشقت بن جاتا؛ تاہم میں نے شوق کوامام بناکر اپنے اس سفرکو جاری رکھا۔اندازہ لگاؤ کہ جب صبح ہوتی تو میز پر کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا، یوں ہی شام کے وقت بھی بھوکا رہنا پڑتا؛ تاہم مولانے کبھی کسی انسان کے سامنے جھکنے کی ذلت سے بچائے رکھا،اوراس نے خود ہی کہیں سے میری عزت پر پردہ رکھنے کے لیے رزق کا انتظام فرمادیا۔

اس طرح اگرمیں اپنے اَحوال بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کرنے پرآجاؤں تو دفتر اس کے متحمل نہ ہوسکیں گے۔تومختصراًعرض یہ ہے کہ اب تم اپنے سرکی آنکھوں سے خود ہی دیکھوکہ میری حالت و نوبت کہاں پہنچ آئی ہے۔لواُن ساری کیفیات کومیں اللہ کی اس آیت کی روشنی میں بیان کیے دیتاہوں :

وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ○ (سورۂ بقرہ:۲۸۲/۲)

اوراللہ سے ڈرتے رہواوراللہ تمھیں (سب کچھ) سکھادے گا۔

توبہ میں جلدی اوروقت کی قدروقیمت

نورِنظر ! اپنے نفس کے تئیں ہمیشہ چوبندرہنا،کبھی اس سے مطمئن نہ ہونا۔جوکچھ گناہ پہلے ہوچکے ان پر اشک ندامت بہاتے رہنا، اہلِ کمال سے اکتسابِ فیض،اوران کی صحبتوں میں اُٹھنے بیٹھنے کا موقع میسرآئے تواسے غنیمت جاننا،جب تک دم میں دم ہے اَپنی شاخِ عمل کوسرسبز وشاداب رکھنے کی کوشش کرتے رہنا۔تمہاری زندگی کے جولمحے بےکار بیت گئے ان کا سوچو،اُن میں خودتمہارے لیے درسِ عبرت موجود ہے۔تونے لذتوں کے دام میں آکرعمرِ عزیز کی کتنی گھڑیاں گنوادیں اورفضل وکمال کے کتنے زینے طے کرنے سے محروم رہ گئے؛ حالاں کہ سلف صالحین -رحمہم اللہ- ہرقسم کے فضائل و

کمالات کی تحصیل میں خودکو ہمہ تن مشغول رکھتے تھے،اگران میں سے کوئی ایک فضیلت بھی جاتی رہتی تواس کے غم میں ان کی پلکوں سے اشکوں کے آبشار جاری ہوجاتے تھے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ(م۱۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ ہم کسی بیمارعبادت گزار کی عیادت کے لیے گئے ۔کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے دونوں قدموں پر نگاہیں جمائے ہوئے آہ وفغاں کررہاہے۔ہم نے پوچھا: یہ بتائیں اتنی گریہ وزاری کیوں کررہے ہیں؟ فرمایا: ان قدموں کواللہ کی راہ میں جادہ پیمائی نصیب نہ ہوئی۔پھر دوبارہ رونے لگے توپوچھا گیا: اب کیوں رورہے ہیں؟،فرمایا: دراصل ایک دن میں روزہ نہ رکھ سکا تھااورایک مرتبہ رات کے قیام کی توفیق نہ مل سکی تھی۔

کاشانۂ دل کے مکیں ! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنوں کی حقیقتیں گھنٹوں میں چھپی ہوئی ہیں، اورلمحے کے تارسانسوں سے بندھے ہوئے ہیں۔یادرہے کہ ہرسانس ایک خزانہ ہے۔ دیکھنا کہیں ایسانہ ہوکہ تمہاری حیاتِ مستعار کی کوئی سانس بےکار چلی جائے، اوروہ ناآشنائے لذتِ عمل رہ جائے؛ کیوں کہ اِس خزانے کو عرصۂ محشر میں پھرکھلنا ہے؛ لہٰذا آگاہ رہنا کہ اسے خالی دیکھ کرکہیں تمہیں کف ندامت ملنے پرمجبورنہ ہونا پڑے۔

کسی شخص نے عامر بن عبدقیس رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ذرارُکیے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔فرمایا: پہلے سورج کوروکو۔

کچھ لوگ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ(م۲۰۰ھ) کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: آپ لوگوں کواُٹھنے کی طبیعت نہیں چاہتی؟ ذراسوچیں کہ آفتاب کا مالک اسے مستقل کھینچے جارہاہے،اوراسے ایک ذراتکان نہیں آتی۔

حدیث شریف میں آتاہے کہ 'سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ' پڑھنے والے کے لیے جنت میں ایک باغ لگادیا جاتاہے۔اب ذرافکرکوآنچ دےکرسوچوکہ اپنے قیمتی وقتوں کا ضیاع کرنے والا کتنے بہشتی باغات کھوبیٹھتاہے!۔

سلف صالحین کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر ہرلمحہ کوغنیمت جانتے تھے۔اندازہ لگاؤکہ حضرت کہمس بن حسن تمیمی علیہ الرحمہ (م ۱۴۹ھ) شب و روز میں تین قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ نیز ہمارے اَسلافِ کرام میں چالیس نفوسِ قدسیہ ایسی گزری ہیں جوعشا کے وضو سے نمازِ فجر اَدا کیا کرتی تھیں۔

حضرت رابعہ بصریہ علیہا الرحمہ(م۱۸۰ھ) کا حال یہ تھا کہ وہ پوری رات یادِمولا میں اپنے پہلوکوبستر سے جدارکھتیں، پھرجب سپیدۂ سحر پھوٹنے کا وقت آتا ذرادیرکے لیے لیٹتیں، پھرگھبرائی ہوئی اُٹھتیں اوراپنے نفس سے مخاطب ہوکرکہتیں: 'اتنانہ سویا کرقبرکے اندر بہت لمبی نیندسونا ہے'۔

دنیا کی عمر بہت کم ہے لہٰذا اُسے غنیمت جانو

جسے دولتِ عرفان نہیں ملتی وہ دنیا کی عمر کو بہت زیادہ سمجھتا ہے؛ لیکن پسِ مرگ اسے معلوم ہوجائے گا کہ دنیا کا قیام کتنا مختصر تھا۔ بیٹے! یاد رکھ کہ قبر میں پڑے رہنے کی مدت کافی طویل ہے۔ پھر عرصہ قیامت کا سوچو جس کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر بتایا جاتا ہے۔ اس سے آگے جنت یا دوزخ میں دائمی قیام پر غور کرو تو اس کی کوئی حد ہی نہیں ہے!

اب دوبارہ دنیوی زندگی کا جائزہ لو۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو ساٹھ سال کی زندگی ملی، تیس سال تو اس نے سونے میں گنوادیے، اور قریباً پندرہ سال بچپن کے لااُبالی پن میں گزر گئے۔ اب جو باقی بچے، ان کا اگر دیانت داری سے جائزہ لو تو زیادہ تر اوقات لذات وشہوات اور کھانے کمانے میں بیت گئے۔ اب جو تھوڑی بہت کمائی آخرت کے لیے کی تھی اس کا اکثر حصہ غفلت اور نام ونمود کی نحوست سے اَٹا ہوا ہے۔ اب بتاؤ وہ کس منھ سے حیاتِ سرمدی کا سودا کرے گا۔ اور یہ سارا کا سارا سودا انھیں گھڑیوں اور سانسوں پر موقوف تھا!

اِحساسِ کمتری سے نکلو اور سمندِ عمل کو مہمیز کرو

جانِ پدر! ماضی کی غلطیوں کو یاد کرکے اپنے اندر اِنابت ورجوع کی للک پیدا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ ان نابکاریوں سے مایوس ہوکر عملِ خیر کا جوش ہی ٹھنڈا پڑ جائے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی تاریخ میں نہ معلوم کتنے خوش بختوں کی زندگی میں شامِ غفلت کے بعد بیداری کی سحر طلوع ہوئی ہے۔

یہ دیکھو شیخ ابوحکیم نہروانی (م۵۵۶ھ) نے (اپنے والد ماجد) قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن محمد دامغانی رحمہ اللہ (م۴۷۸ھ) کے حوالے سے کتنا روح پرور واقعہ بیان فرمایا ہے، کہتے ہیں کہ میں اپنے عالم طفولیت میں شجاعت ودلیری کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا اور علم واَدب سے میرا کوئی خاص سروکار نہ تھا۔

ایک دن حضرت محمد بن علی دامغانی - رحمہ اللہ - نے مجھے یاد کیا اور فرمایا: بیٹے! مجھے ہمیشہ تمہارے درمیان باقی نہیں رہنا؛ لہٰذا ایسا کرو کہ یہ بیس دینار پکڑو اور کہیں نان کی دوکان کھول کر خود اپنے معاش کے کفیل بنو۔ میں نے عرض کیا: آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ فرمایا: اگر وہ نہیں کرسکتے تو جاؤ کہیں پارچہ فروشی کی دکان ڈال لو۔

میں نے عرض کیا: آپ کس چیز کا مجھے حکم دے رہے ہیں؟ میں قاضی القضاۃ ابوعبداللہ دامغانی کا لختِ جگر ہوں۔ کیا یہ چیزیں میرے لیے زیبا ہیں!

فرمایا: جب تمہیں اپنے باپ کی وراثت کا اِتنا ہی خیال ہے تو علم وآگہی سے اپنا تعلق اُستوار کیوں نہیں کرتے!

میں نے کہا: ٹھیک ہے پھر آج سے میرے درس کا اہتمام فرمائیں؛ چناں چہ انھوں نے میری تعلیم کا آغاز فرمادیا، ازاں بعد علم کے میدان میں میری دل چسپی بڑھتی چلی گئی اور میری بے تکان جدوجہد کے نتیجے میں پروردگار نے فضل وکمال کے سارے در مجھ پر وا فرمادیے۔

حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن بن محمد حلوانی رحمہ اللہ (م۵۰۵ھ) کے کسی رازداں نے مجھے بتایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: جس وقت میرے والد کا اِنتقال ہوا میری عمر کوئی اکیس سال رہی ہوگی، اور میں لوگوں میں اپنی بے کاری اور آوارگی کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ میں اپنے موروثہ کسی مکان کے رہائش نشینوں سے تقاضا کرنے گیا تو وہ کہنے لگے: دیکھو آگیا غیر کے ٹکڑوں پر پلنے والا!

یہ سُن کر میں نے اپنے جی میں کہا: لوگ مجھے ایسا کہتے ہیں! پھر میں وہاں سے سیدھا اپنی والدہ کے پاس آیا اور عرض کیا: جب آپ کو میری ضرورت پڑے تو مجھے شیخ ابوالخطاب (محفوظ بن احمد کلودانی [م۵۱۰ھ]) کی مسجد سے بلوالیجیے گا، پھر میں نے ان کی بافیض صحبت اپنے اوپر ایسی لازم کرلی کہ سوائے فطری ضرورت کے باہر نہ جاتا تھا، پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ میں اپنے وقت کا قاضی ہوگیا۔

میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے انھیں خود فتوے دیتے اور مناظرے کرتے دیکھا ہے۔

شب وروز کا تربیتی انداز

پیارے بیٹے ! طلوعِ فجر کے وقت جاگ جانے کی عادت ڈالو، وہ وقت بڑا گراں مایہ ہوتا ہے؛ لہٰذا اس وقت بہ طورِ خاص دنیا کی کوئی بات نہ کرنا؛ کیوں کہ سلف صالحین - رحمہم اللہ - کا یہ معمول تھا کہ وہ اُس وقت (اُمورِ دینیہ کے علاوہ) دنیا کے کسی معاملے کو زیرِ بحث نہیں لاتے تھے۔

جب نیند سے بیدار ہو تو یہ دعا پڑھنا نہ بھولو:

الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إِلَيْهِ النُّشُورُ (۱) ، الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي يُمْسِكُ السَّمَآءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ٥ (۲)

(۱) صحیح بخاری:۲۱/۹۴حدیث:۶۳۱۲......صحیح مسلم:۱۷/۳۵۰حدیث:۷۰۶۲......سنن ابوداؤد:۱۴/۴۰۳ حدیث:۵۰۵۱......سنن ترمذی:۱۲/۳۳۵حدیث:۳۷۴۵......سنن ابن ماجہ:۱۱/۴۹۳حدیث:۴۰۱۳......صحیح ابن حبان:۲۳/۸۸حدیث:۵۶۲۳......سنن کبریٰ نسائی:۶/۱۹۲حدیث:۱۰۶۰۸......شعب الایمان بیہقی:۹/۴۱۳ حدیث:۴۲۱۳......شرح السنہ بغوی:۲/۴۳۲۔

(۲) صحیح ابن حبان:۱۲/۳۴۳حدیث:۵۵۳۳......مستدرک حاکم:۵/۶۷حدیث:۱۹۶۹......جمع الجوامع سیوطی:۱/۱۸۹۰حدیث:۱۵۵۳......سنن کبریٰ نسائی:۶/۲۱۳حدیث:۱۰۶۹۰۔

یعنی تمام تعریفیں اللہ جل مجدہٗ کے لیے ہیں جس نے ہمیں وادیٔ موت میں اُتر جانے کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور انجام کار اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ ہر قسم کی حمد وثنا اس مالک الملک کے لیے زیبا ہیں جو آسمان (یعنی خلائی وفضائی کرّوں) کو زمین پر گرنے سے (ایک آفاقی نظام کے ذریعہ) تھامے ہوئے ہے مگر اسی کے حکم سے (جب وہ چاہے گا آپس میں ٹکرا جائیں گے) بے شک اللہ تمام انسانوں کے ساتھ نہایت شفقت فرمانے والا بڑا مہربان ہے۔

پھر فطری ضرورتوں کی تکمیل کے بعد باطہارت ہوکر قلب وباطن کے پورے جھکاؤ کے ساتھ سنت فجر اَدا کرو پھر اَدائے فرض کے لیے سراپا اَدب بن کر مسجد پہنچو۔ ہوسکے تو سر راہ یہ دعا پڑھ لو :

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْکَ وَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا إِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشَراً وَ لاَ بَطَراً وَ لاَ رِيَاءً وَ لاَ سُمْعَةً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِکَ وَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ أَسْئَلُکَ أَنْ تُجِيْرَنِي مِنَ النَّارِ وَ أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي إِنَّه لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ o (۱)

یعنی اے اللہ! تیری بارگاہ میں اُٹھے ہوئے منگتوں کے ہاتھوں اور تیرے گھر کی طرف اُٹھتے ہوئے قدموں کے تصدق میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا یہ نکلنا تساہلی و بُرائی اور ریا و دکھاوے کا نکلنا ثابت نہ ہو۔ تیرے غضب سے ڈرتے ہوئے تیری رضا کی تلاش میں نکل آیا ہوں۔ تجھ سے بس یہی التجا ہے کہ مجھے آتش جہنم سے آزاد فرما، میرے گناہوں کو غلط کردے؛ کیوں کہ بلاشبہہ وہ تو ہی ہے جو گناہوں کو معاف کردیا کرتا ہے۔

مقدور بھر کوشش کیا کرو کہ اِمام کے دائیں طرف نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہو۔ نماز سے فارغ ہوکر دس مرتبہ 'لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيکَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلىٰ کُلِّ شَيءٍ قَدِيْرٌ (۲)' پڑھا کرو۔ پھر دس مرتبہ 'سُبْحَانَ اللّٰهِ' دس مرتبہ 'الحَمْدُ لِلّٰهِ' اور دس مرتبہ 'اَللّٰهُ اَکْبَرُ' کہہ کر آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اور پھر اللہ تعالی سے قبولیت نماز کی دعا مانگو۔ اگر دل جمے تو وہیں بیٹھ کر طلوعِ آفتاب بلکہ اس کے بلند ہونے تک ذکر الٰہی میں مشغول رہو، پھر (نمازِ اِشراق کی) جتنی رکعتیں ہوسکیں اَدا کرو، آٹھ ہوں تو بہتر ہے۔

شب وروز کے معمولات

اب سورج کی کرنیں ہر سو بکھر چکی ہیں، اپنے آپ کو علم کی گتھی سلجھانے میں لگادو۔ ان میں

(۱) سنن ابن ماجہ: ۳/۵۱ حدیث: ۸۲۷ ...... مسند احمد بن حنبل: ۲۳/۴۸۷ حدیث: ۱۱۴۵۵۔
(۲) صحیح بخاری: ۲۱/۲۴۵ حدیث: ۶۴۰۴ ...... معجم کبیر طبرانی: ۴/۲۲۳ حدیث: ۳۹۱۶ ...... جمع الجوامع سیوطی: ۱/۲۳۸۱۶ حدیث: ۵۹۱۴۔

سب سے زیادہ اہم صحتِ قراءتِ قرآن ہے، پھر فقہ۔ اگر تم چاشت کے وقت تک اپنے اَسباق کی تیاری کرلو تو صلوٰۃ الضحیٰ کی آٹھ رکعتیں پڑھنا نہ بھولو۔ پھر مطالعۂ کتب یا تحریر وکتابت کا مشغلہ عصر تک جاری رکھو۔ عصر سے مغرب تک پھر اپنے اسباق کی تیاری میں جٹ جاؤ۔ نمازِ مغرب کے بعد دو رکعتیں خاص طور سے پڑھ لیا کرو، جس میں دو جزءِ قرآن کی تلاوت کیا کرو۔ اب نمازِ عشا کے بعد پھر اپنے اَسباق کو یاد کرنے میں منہمک ہوجاؤ۔

جب بستر پر جاؤ تو تینتیس مرتبہ 'سُبحَانَ اللّٰهِ' تینتیس مرتبہ 'الحمدُ للّٰه' اور چونتیس مرتبہ 'اللّٰهُ اکبرُ'(۱) کا ورد کرکے یہ دعا پڑھو :

اللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَکَ يَومَ تَجْمَعُ عِبَادَکَ o (۲)

مولا! جس دن (یعنی بروزِ قیامت) بندوں کی شیرازہ بندی ہوگی اس دن اپنے عذاب و عتاب سے ہمیں بچالینا۔

جب نیند سے آنکھیں کھلیں، فوراً اپنے پہلو کو خواب گاہ سے جدا کردو اور یہ سمجھو کہ نفس نے اپنا کام پورا کرلیا ہے؛ لہٰذا اُٹھو اور جاکر وضو کرو، اور نیم شبی کی خلوتوں میں جتنا ہوسکے پروردگار کی بارگاہ میں سجدوں کا خراج پیش کرو، اوسطاً دو رکعتیں اَدا کرو ان کے بعد پھر دو مزید رکعتیں جن میں دو جزءِ قرآن کی تلاوت کرو۔ ازاں بعد تحصیل علم اور اپنے اَسباق کی تیاری میں لگ جاؤ؛ کیوں کہ علم بہرحال ہر طرح کے نوافل سے افضل ہے۔

خلوت نشینی اور علم

تنہائی وعزلت نشینی کو اپنے اوپر لازم کرلو؛ کیوں کہ اس سے خیر کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ بُرے اور بے فیض دوستوں کی صحبت سے کلیۃً اِجتناب کرو؛ بہتر تو یہی ہے کہ کتابوں کو اپنا دوست، اور اَسلافِ کرام کی سیرتوں کو اپنا آئیڈیل بناؤ۔ ایسے علم وفن کو اپنے گرد نہ بھٹکنے دو جس سے پہلوں کی عظمتوں پر آنچ آتی ہو، اور علم وعمل کو کارآمد بنانے میں اَربابِ فضل وکمال کی سیرت وسوانح سے روشنی حاصل کرو، اس سے کم پر کبھی راضی نہ ہونا۔ دیکھو کسی شاعر نے کیسے پتے کی بات کہی ہے :

وَ لَم أرَ في عيوبِ النّاس شيئاً　　كنقصِ القادرينَ علَى التمام

(۱) صحیح بخاری: ۲۱/۱۰۴ حدیث: ۶۳۱۸۔
(۲) سنن ترمذی: ۱۲/۳۰۶ حدیث: ۳۲۲۶ ...... مسند حمیدی: ۲/۳۶ حدیث: ۴۷۱ ...... سنن نسائی کبریٰ: ۶/۱۸۸ حدیث: ۱۰۵۹۲ ...... مسند ابویعلی موصلی: ۳/۲۴۳ حدیث: ۱۶۸۲ ...... مسند احمد بن حنبل: ۱/۳۹۴ حدیث: ۳۷۴۲ ...... مسند اسحٰق بن راہویہ: ۴/۱۹۰ حدیث: ۶ ...... مسند ابن ابی شیبہ: ۵/۳۲۴ حدیث: ۲۶۵۳۸ ...... اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۲۱/۲۔

یعنی کام کو بہ حُسن وخوبی انجام دینے پر قدرت رکھنے والوں کی کوتاہی کے مثل میں نے لوگوں میں کوئی عیب نہیں دیکھا۔

پسرارجمند! اس بات کو دِل کی تختی پر بٹھالے کہ نورِ علم نے نہ معلوم کتنے بے نشانوں کے گھر روشن کردیے ہیں۔ دنیاے تاریخ میں ایسے اَربابِ علم کی ایک لمبی فہرست ہے جن کے حسب ونسب کا کوئی اَتا پتا نہیں اور حسن و جمال کی انھیں ہوا تک نہیں لگی؛ لیکن وہ قوم کے اِمام ہوئے۔ شاید تمھیں معلوم نہیں کہ حضرت عطا بن ابی رباح (م۱۱۴ھ) کتنے سیاہ فام اور مکروہ خلقت تھے۔

ایک مرتبہ خلیفہ وقت سلیمان بن عبد الملک (م۹۹ھ) اپنے دو صاحب زادوں کے ساتھ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو وہ ان سے دین کے مسائل پوچھنے لگے تو انھوں نے ان سے بات چیت تو کی مگر اخیر وقت تک اپنا چہرہ اُن سے چھپائے رکھا۔ چناں چہ خلیفہ سلیمان کو اپنے بچوں سے کہنا پڑا: چلو اَب چلتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے طلب علم کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ جائے۔ میں اس سیاہ فام غلام کے سامنے اپنی ذلت بھول نہیں سکتا۔ اور وقت کی عظیم وجلیل ہستی حضرت حسن بصری (م۱۱۰ھ) کون تھے؟ ایک غلام ہی تو۔ یوں ہی ابن سیرین (م۱۱۰ھ)، شیخ مکحول (م۱۱۲ھ) اور بہت سے دیگر اکابر؛ مگر انھیں جو عزت و وقار ملا اور لوگوں کے دل میں اُن کی عظمت ومحبت کی جو شمع فروزاں ہوئی تو اس میں بس اُن کے علم وعمل اور تقویٰ وطہارت کا دخل تھا۔

تقویٰ وطہارت کی فضیلت

عزیز بیٹے ! اپنی عزت وحرمت کا خاص خیال رکھو، اور دنیا کے دامِ ہم رنگ زمین سے بچو، یوں ہی دنیاداروں کا اِحترام اپنے دل کے آبگینے میں کبھی نہ اُترنے دینا۔ قناعت پسندی اِختیار کرو، عزت دینے والا لوگوں کے دل تمہاری محبت سے آباد کردے گا۔ عربی کا کتنا پیارا محاورہ ہے :

من قنع بالخبز و البقل لم يستعبده أحد .

یعنی جس نے روٹی اور سبزی پر قناعت کرلی وہ کبھی کسی کا غلام نہیں بنا۔

ایک دیہاتی شہر بصرہ کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھتا ہے کہ اس شہر کا سردار کون ہے؟ جواب ملا: حسن بصری۔ پوچھا: یہ ان کے سردار کیسے اور کب سے بن گئے؟

فرمایا: اِنھیں اُن کی دنیا سے کوئی سروکار نہیں؛ لیکن وہ ہر قدم پر ان کے علم وہدایت کے محتاج ہیں...... نورِ دیدہ! تمہاری معلومات کے لیے عرض کیے دوں کہ میرے والد (اور تمہارے دادا) بڑے مال دار تھے، اور اپنے پیچھے مال ودولت کا ایک انبار چھوڑ کر گئے۔ اُس وقت تمہارا باپ ننھی عمر کا ایک بچہ تھا۔ سن بلوغ تک پہنچنے تک اس موروثی مال سے اس کی بہترین تربیت ہوتی رہی؛ لیکن جب وہ عاقل وبالغ ہوا

تو دو گھر کے سوا اور کچھ اس کے ہاتھ نہ آیا، ایک میں تو وہ خود سکونت پذیر تھا اور دوسرا کرایہ داروں سے آباد تھا۔

ایک دن اسے کوئی بیس دینار دے کر کہا گیا: یہ تمہارا سارا ترکہ ہے اور باپ کی وراثت سے یہ تمہارا حصہ ہے؛ چناں چہ میں نے وہ دینار لیے اور جا کر سارے پیسوں کی علمی کتابیں خرید لیں۔

پھر دونوں گھر بھی فروخت کر دیے، اور ان کے پیسے طلبِ علم میں لگا دیے، پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ میرے پاس کچھ مال بھی نہ بچا؛ لیکن تمہارا باپ غیور تھا اس نے کبھی بھی اوروں کی طرح دنیا طلبی میں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ دیگر خطبا ومقررین کی طرح شہر در شہر دورے کر کے پیسے نہیں جٹائے، اور نہ کبھی کسی کے پاس کچھ مانگنے کے لیے کوئی رقعہ بھیجا؛ پھر بھی اس کے سارے کام بہت خوب چل رہے ہیں۔ فرمانِ رب العزت ہے :

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ ٥ (۱)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا وآخرت کے رنج وغم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

تقویٰ بہترین توشۂ راہ

نورِ نگاہ ! جب تقویٰ وطہارت کی چول صحت ودرستی پر قائم ہوگی تو روے خیر وصلاح تم بے نقاب دیکھ لوگے۔ صاحبِ تقویٰ کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ خلق خدا کے دکھاوے کے لیے کچھ نہیں کرتا (جو کرتا ہے محض رضاے مولا کے لیے کرتا ہے) اور ایسی چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا جو اس کے دین وایمان کے لیے مضرت رساں ہوں۔ سیدھی سی بات ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حدود وحقوق کی رعایت کرتا ہے، پروردگار عالم خود اُس کی حفاظت فرماتا ہے۔ جیسا کہ پیغمبر اسلام تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا :

اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ ... ٥ (۲)

یعنی اللہ (کے فرامین) کی حفاظت کرو، اللہ خود تمہارا محافظ بن جائے گا، اور جب تم اللہ کے حقوق کی رعایت کروگے تو ہر کام میں تم اسے پیش پیش پاؤ گے۔ (یعنی مددگار)

جگر پارے! حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ پر غور کرو تو تم پر خود بہ خود عیاں ہوجائے گا کہ اُن کے پاس اعمالِ خیر کا جو ذخیرہ موجود تھا محض اس نے انھیں مشکل کی گھڑی سے نجات

(۱) سورۂ طلاق: ۶۵/۲-۳۔

(۲) مسند عبد بن حمید: ۲/۲۵۴ حدیث: ۶۳۸ ......شعب الایمان بیہقی: ۳/۱۳۵ حدیث: ۱۰۸۹ ......مستدرک حاکم: ۱۴/۴۰۷ حدیث: ۶۳۶۴ ......مسند شہاب قضاعی: ۳/۱۵۵ حدیث: ۶۹۵ ......مسند احمد بن حنبل: ۶/۳۸۳ حدیث: ۲۸۵۷ ......مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۷/۱۰۸ حدیث: ۱۱۷۸۵۔

دلوائی۔اللہ جل مجدہ فرماتا ہے :

فَلَوْ لَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهِۤ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ٥ (۱)

پھر اگر وہ (اللہ کی) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اس (مچھلی) کے پیٹ میں اُس دن تک رہتے جب لوگ (قبروں سے) اُٹھائے جائیں گے۔

اب قصۂ فرعون کا جائزہ لو کہ اس کا دامن حیات' عمل خیر اور اچھائیوں سے یک سر خالی تھا پھر کیا ہوا کہ وہ بے موت مارا گیا، اور اس کی مشکل میں کچھ کام نہ آیا۔اِرشادِ خداوندی ہوا :

آلٰئٰنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ ٥ (۲)

اب (ایمان لاتا ہے!) حالاں کہ تو پہلے (مسلسل) نافرمانی کرتا رہا ہے۔

لٰہذا زندگی کی بچی کھچی سانسوں کو تم نیکیوں اور تقویٰ وطہارت کے پھول سے آراستہ کرلو، اُس کی تاثیر وبرکت (دارین میں) کھلے آسمان کی طرح دیکھوگے۔حدیث رسالت مآب میں آتا ہے :

ما من شاب اتقَى اللّٰه تعالىٰ في شبابه إلا رفعَه اللّٰه تعالىٰ في كِبَره ٥ (۳)

یعنی جو شخص بھی اپنے عہد شباب کو تقویٰ الٰہی اور خشیتِ مولا سے آباد رکھتا ہے پروردگار عالم (عالم جوانی میں عزت دینے کے ساتھ ساتھ) اس کے بڑھاپے کو بھی قابلِ قدر اور باعثِ عزت بنا دیتا ہے۔اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَ لَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْماً وَّ عِلْماً وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (۴)

یعنی اور جب وہ اپنے کمالِ شباب کو پہنچ گیا (تو) ہم نے اسے حکم (نبوت) اور علم (تعبیر) عطا فرمایا، اور اسی طرح ہم نیکوکاروں کو صلہ بخشا کرتے ہیں۔

فرزندارجمند ! تجھے ایک تجربے کی بات بتائے دیتا ہوں کہ ذخائرِ اعمال میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ نامحرم سے نگاہوں کی حفاظت کی جائے، اور فضول وعبث باتوں سے زبان کو روکا جائے۔نیز حدودِ الٰہیہ کی رعایت کے ساتھ نفسانی خواہشات پر اَوامرِ الٰہی کو مقدم رکھا جائے۔تمھیں زمانۂ ماضی کے اُن تین بندوں والی حدیث معلوم ہوگی جو کسی غار کے اندر گھسے تو اوپر سے ایک چٹان نے ان کا راستہ بند کردیا۔انھوں نے چٹان ہٹانے کی ہزار جتن کی؛ مگر کامیاب نہ ہوئے۔

---

(۱) سورۂ صافات: ۱۴۳:۳۷ تا ۱۴۴۔ (۲) سورۂ یونس: ۹۱/۱۰۔

(۳) یہ روایت مجھے کہیں نہیں ملی۔ہاں اس مضمون کی ایک روایت یوں ملتی ہے :

☆ ما من شاب يدع لذة الدنيا ولهوها و يستقبل بشبابه طاعة اللّٰه الا اعطاه اللّٰه اجر اثنين و سبعين صديقا . (جمع الجوامع: ۲۱۳۱۴ حدیث: ۱۱۵۶...... حلیۃ الاولیاء ۱۳۹/۴...... جامع الاحادیث: ۱۹/ ۱۷۹ حدیث: ۲۰۵۱۲...... جامع الاحادیث القدسیہ: ۶۳/۱ حدیث: ۱۰۸۸۶) -چریاکوٹی-

(۴) سورۂ یوسف: ۲۲/۱۲۔

تینوں نے اس اَمر پر اتفاق کیا کہ اب اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ ہم باری تعالیٰ سے دعا کریں اور اپنے نیک عمل کے وسیلے سے نجات کے طلب گار ہوں۔چناں چہ ان میں سے ایک نے جنابِ باری میں عرض کیا: بارِ الٰہا! تجھے معلوم ہے کہ میرے والدین بھی تھے اور بچے بھی؛ مگر میں ہمیشہ پہلے اپنے والدین کو سیراب کرکے پھر بچوں کو دودھ پلایا کرتا تھا، میرا وہ کام اگر خالص تیری رضا کے لیے ہوا ہو تو اس کی برکت سے اس مشکل میں آسانی پیدا فرما؛ چناں چہ غار کے دہانے سے ایک تہائی چٹان کھسک گئی۔

دوسرے نے کہا: مولا! میں نے چند مزدور کرائے پر حاصل کیے تھے، اور ان سب کو اُجرت دے دی تھی، صرف ایک شخص ایسا باقی رہ گیا تھا جو اپنی اُجرت لیے بغیر چلا گیا تھا۔پھر میں نے اس کی اُجرت کی رقم تجارت میں لگادی، اس کا مال بے حساب بڑھتا چلا گیا۔ایک دن وہ شخص آیا اور کہنے لگا: اے بندۂ خدا! میری اُجرت دے۔میں نے اس سے کہا کہ یہ سب اونٹ، گائیں، بکریاں اور غلام تیری اُجرت ہیں۔اس نے کہا: کیا تو مذاق کررہا ہے؟ میں نے کہا: یہ مذاق نہیں ہے تو اپنا مال اُٹھا اور جہاں چاہے لے جا؛ چناں چہ وہ اپنے تمام جانور اور غلام ہنکا کر لے گیا۔اے پروردگار! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا ہو تو ہم پر مہربانی فرمایا؛ چناں چہ چٹان دو تہائی کھسک گئی؛ مگر اتنی نہیں کہ اس سے وہ باہر نکل سکیں۔تیسرے نے کہا: اے اللہ! ایک بار اپنی چچازاد بیٹی پر میرا دل آگیا تو جیسے ہی میں اس کے قریب گیا وہ بول اُٹھی: کچھ تو اللہ کا خوف کر، یہ سن کر میں خوف زدہ ہوگیا اور اپنے ناپاک اِرادے سے باز آگیا۔اب اگر ایسا میں نے تیری رضا کے لیے کیا ہو تو ہم پر راستہ کشادہ فرمادے؛ چناں چہ وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ باسلامت باہر نکل آئے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ (م ۱۶۱ھ) کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟، فرمایا: جیسے ہی مجھے زیر لحد رکھا گیا، میری' مولا جل وعلا کی بارگاہ میں پیشی ہوئی، اور پھر لگے ہاتھوں مجھے جنت میں داخل ہونے کا پروانہ جاری ہوگیا، اب جب میں اس کے اندر داخل ہوا تو کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: کیا تم سفیان ہو! میں نے کہا: ہاں سفیان ہی ہوں۔فرمایا: اُن دِنوں کو یاد کرو جن میں تم نے اپنی خواہشوں پر ذاتِ باری تعالیٰ کو ترجیح دیا تھا۔میں نے کہا: ہاں یاد ہیں۔پھر اتنے میں بہشت کے دسترخوان قطار در قطار میرے لیے بچھا دیے گئے اور جنتی حوروں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا،

علم وعمل کا باہمی رشتہ

سعادت مند بیٹے ! اپنے حوصلہ وہمت کو بال وپر دے کر فضل وکمال کی فضاؤں میں

مائل پرواز ہوجا۔ دنیا میں کچھ لوگ وہ ہیں جو زہد کے دروازے سے آگے نہیں بڑھنا چاہتے، اور کچھ لوگ تو (عمل سے بے پروا ہوکر) محض علم کے پیچھے پڑ گئے؛ مگر اس سے آگے کچھ عالی بخت وہ ہیں جنھوں نے علم کامل کے ساتھ عملِ صالح کو بھی پروان چڑھایا۔

تیری معلومات کے لیے بتائے دیتا ہوں کہ مجھے تابعین اور اُن کے بعد کے لوگوں کی سیرت وسوانح پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے؛ لیکن چار نفوسِ قدسیہ سے بڑھ کر فضل وکمال کا حامل میں نے کسی کو نہ دیکھا: سعید بن مسیّب (م۹۴ھ)، سفیان ثوری (م۲۶۱ھ)، حسن بصری (م۱۱۰ھ) اور احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ)۔علیہم الرحمۃ والرضوان۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے عزم واِرادے فولاد کی مانند تھے، اور وہ صحیح معنوں میں مردِ میداں تھے؛ مگر وہ حوصلے اور ہمتیں اب ہم میں جواب دے گئیں! اسلافِ کرام میں ایسے بہت ہوئے ہیں جو عزم واِیقان کے دھنی تھے۔ اگر تمھیں ان کے احوال وکوائف کی سچی جستجو ہو تو میری کتاب ''صفۃ الصفوۃ'' میں تلاش کرلو؛ ورنہ میں نے ''اخبارِ سعید''، اخبارِ سفیان'' اور ''اخبارِ احمد بن حنبل'' کے نام سے الگ الگ کتابیں بھی مرتب کی ہیں وہاں سے شہدِ معلومات کشید کرلو۔

حفظ وصدق کی اہمیت

راحتِ دل وجاں! تجھے پتا ہوگا کہ میں نے کوئی سو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں سے کچھ تو بہت ضخیم ہیں جیسے بیس جلدوں پر مشتمل ''تفسیر کبیر'' بیس جلدوں میں ''تاریخ'' یوں ہی بیس جلدوں میں پھیلی ''تہذیب المسند'' اور کچھ کتابیں پانچ جلدوں کی ہیں، کچھ چار کی، کچھ تین کی اور کچھ دو کی یوں ہی کم وبیش۔

تمھارے باپ کا یہ ورثۂ تصنیف تمھیں از خود کتابیں لکھنے یا کتابیں خریدنے اور دوسروں سے عاریۃً لینے سے بے نیاز کردے گا؛ لہٰذا اِن کتابوں کی حفاظت کے ساتھ انھیں اپنے قلب وباطن میں جگہ دو؛ کیوں کہ جو بچ جاتا ہے وہی اصل مال ہوتا ہے، اور خرچ کرنے سے نفع ہوتا ہے۔ اور اللہ کے فضل وکرم پر اِعتماد کرکے ان دونوں حالتوں میں صدق کا دامن ہاتھ میں تھامے رہنا اور اس کے حدود وحقوق کا خیال رکھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ ٥ (۱)

اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمھاری مدد فرمائے گا۔

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ ٥ (۲) تو میری یاد کرو میں تمھارا چرچا کروں گا۔

وَ أَوْفُوا بِعَهْدِيٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ٥ (۳)

اور تم میرے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کرو میں تمھارے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کروں گا۔

---

(۱) سورۂ محمد: ۴۷/۷۔ (۲) سورۂ بقرہ: ۲/۱۵۲۔ (۳) سورۂ بقرہ: ۲/۱۴۰۔

علم کو رنگِ عمل دینے ہی سے کچھ ملتا ہے

باعثِ تسکین جانِ حزیں! خدارا ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ تم علم کی ظاہری شکل وصورت پر فریفتہ ہوکر عمل سے یکسر غافل ہوجاؤ؛ بلکہ وہ علم بے سود ہے جو رنگ عمل سے آشنا نہ ہوا۔ دیکھو اُمراو سلاطین کے محلوں کے چکر لگانے والے اور دنیا داروں پر اوندھے گرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے علم کا عمل سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا؛ یہی وجہ ہوتی ہے کہ پھر علم سے جو نفع وبرکات انھیں ملنی چاہئیں وہ اُن سے محروم رہ جاتے ہیں۔

علم وعمل اور اخلاصِ نیت

یوں ہی اس بات کی بھی کوشش کرنا کہ کسی قسم کی عبادت وریاضت میں اسی وقت مشغول ہونا جب تمھیں اس کا وافر اور قطعی علم ہوجائے؛ کیوں کہ تمھارے سامنے ایسے اہلِ زہد وتصوف کی ڈھیروں مثالیں موجود ہیں جنھوں نے علم کے بغیر عبادت شروع کردی اور انجام کار نتیجہ یہ ہوا کہ راہِ راست سے بھٹک گئے۔ خوب صورت کپڑوں میں خود کو مزین رکھا کرو؛ وہ تمھیں دنیا داروں کے آگے جھکنے سے روکے رکھیں گے، یوں ہی زاہدوں کے درمیان مشہور نہ ہونے دیں گے۔ یوں ہی ہمہ وقت اپنی نگاہوں، اپنی باتوں اور اپنے قدموں کا محاسبا کرتے رہنا؛ کیوں کہ ان کی بابت تم سے مواخذہ ہونا ہے، اور تم جتنا اپنے علم سے فائدہ اُٹھاؤگے وہ اتنا ہی تمھارے سامعین کے لیے نفع رساں ہوگا؛ ورنہ جب واعظ وخطیب اپنے علم پر خود عمل پیرا نہیں ہوتا تو اس کی پند ونصیحت لوگوں کے دلوں سے ایسے ہی پھسل جاتی ہے جس طرح پانی چٹان سے بہ آسانی پھسل جاتا ہے۔ لہٰذا جب بھی وعظ وبیان کہنا ہو اِخلاصِ نیت کے ساتھ کہنا۔ حتیٰ کہ چلنا پھرنا کھانا پینا بھی خلوصِ نیت کے ساتھ کرنا؛ (کیوں کہ نیت کا اَجر بے پایاں ہے) پھر جب تم سلف صالحین کے اَخلاق وکردار کا مطالعہ شروع کروگے تو معاملات کی گرہیں اَز خود تم پر منکشف ہونا شروع ہوجائیں گی۔

فائدہ بخش کتابیں

ضیاے دیدہ ودل! ''منھاج المریدین'' کو اپنے مطالعہ میں رکھو۔ یہ کتاب سلوک کے اَسرار ورموز تم پر بے نقاب کردے گی؛ لہٰذا جلوت وخلوت ہر جگہ اسے دوست اور اُستاد کے طور پر اپنے ساتھ رکھو۔

''صید الخاطر'' کا دقتِ نظر سے مطالعہ کرو، یہ تمھیں ایسے حقائق ووقائع سے آشنا کرے گی جو تمھیں دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور کردیں گے۔

''جنۃ النظر'' کو زبانی یاد کرلو، یہ کتاب فقہ کے نکات ودقائق سمجھنے میں معاون ومددگار

ہوگی......"کتاب الحدائق" کے مطالعہ سے یہ فائدہ ہوگا کہ حدیث کی کنہ اوراس کا صحیح فہم تمہیں نصیب ہوجائے گا......"الکشف" کے ساتھ اگرتم نے دل چسپی لی تو یہ کتاب صحیحین کے اندر مخفی احادیث کا راز تم پرواکر کے رکھ دے گی۔

اہلِ عجم کی مرتب کردہ کتبِ تفاسیر سے کوئی سروکار نہ رکھنا؛ کیوں کہ "المغنی" اور "زادالمسیر" پڑھ لینے کے بعدان تفسیروں کو دیکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی، اوروعظ وخطابت کے لیے جو کچھ مواد میں نے تمہارے لیے جمع کردیا ہے وہ بہت ہے اس کے علاوہ کی تلاش عبث ہے۔

خاطر مدارات اور واعظ نافع کی صفات

پسرعزیز ! لوگوں کی بہترین خاطر مدارات کرنا؛ مگر ان سے دور رہنے کی پوری پوری کوشش کرنا؛ کیوں کہ عزلت نشینی بُرے دوستوں کی صحبت کے مقابلے میں راحت رساں ہوتی ہے، اوراس سے تمہاراوقار لوگوں کی نگاہوں میں بحال رہتا ہے۔

ایک واعظ کے لیے بہ طورِ خاص یہ ضروری ہے کہ وہ فضول گو نہ ہو، لوگوں کے سامنے نازیبا حرکت نہ کرے، بازاروں کے چکر نہ لگائے، اور زیادہ نہ ہنسا کرے، تاکہ اس کے ساتھ حسنِ ظن قائم رہے اور لوگ اس کی بابت اچھا گمان رکھیں، اس طرح اس کا وعظ وبیان اُن کے قلب وباطن کی گہرائی میں اُتر سکے گا۔ہاں اگر کسی خاص ضرورت کے پیشِ نظر لوگوں میں جانا پڑ جائے تو حلم کو اپنا امام بناؤ اور بردباری کے ساتھ ان سے پیش آؤ؛ کیوں کہ اگر تمہیں ان کا اخلاق وکردار معلوم ہوجائے تو تم ان کی خاطر خواہ آؤ بھگت نہ کرسکوگے۔

حقوق کی اَدائیگی اور معاملات کی رعایت

عزیز از جان! بیوی و بچے اور اہلِ قرابت میں جس کے جو حقوق بنتے ہوں ان کی اَدائیگی میں کسی تساہلی سے کام نہ لینا اور اپنے لمحات اور گھڑیوں کا محاسبا کرتے رہنا کہ وہ کس کام میں صرف ہو رہی ہیں۔

بھرپور کوشش کرنا کہ وہ اچھے اور قابلِ تعریف کاموں میں گزریں۔اپنے نفس کو آزاد نہ چھوڑ دو، بلکہ اسے کارِ خیر اور نیکیوں پر اُکساتے رہو، اور اپنی قبر کی کوٹھری میں آسودہ حال رہنے کے لیے جو بن پڑے آگے بھیج دو؛ تاکہ وہاں پہنچ کر آرام وسکون پاؤ۔ بہ زبانِ شاعر :

يا مَن بدنياه انشَغَل ... يا مغرّه طُولُ الأمَل

المَوتُ يَأتي بَغتةً ... وَالقَبرُ صُندُوقُ العَمَل

یعنی اے وہ شخص! جو دنیا میں پورے طور پر مشغول ومنہمک ہے اور لمبی لمبی اُمیدوں نے دھوکے کے جال میں پھنسا رکھا ہے۔

یاد رہے کہ موت ہمیشہ اچانک آتی ہے، اور قبر عمل کا صندوق ہے؛ (لہٰذا دیکھ لو کہ اپنے صندوق میں کیا کچھ بھیج رہے ہو)

ہمیشہ معاملات کے انجام کو دیکھو، ایسی صورت میں پسند ونا پسند چیز پر صبر کرنا تمہیں آسان ہوگا۔جب نفس غفلت کیشی شروع کردے اور نیکیوں میں دل چسپی لینا چھوڑ دے تو گورِ گریباں کی سیر کو چلے جایا کرو، اوراسے اپنے سانحہ موت کی یاد دہانی کرادو۔اصل مدبر حقیقی تو پروردگار ہے، تاہم جب کوئی معاملہ درپیش ہوتو تدبیر کرلیا کروکہ کہیں تمہارے اِنفاق میں اِسراف کی آمیزش تو نہیں ہے، تاکہ لوگوں کا محتاج نہ بننا پڑے؛ کیوں کہ ہمارا دین؛ مال کی حفاظت کا سبق بھی دیتا ہے۔اپنے وارثوں کو محتاج بنانے سے بہتر ہے کہ اپنے بعدان کے لیے کچھ چھوڑ جاؤ۔

میرا نسب نامہ

عزیز القدر ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ (ہم ان لوگوں میں سے نہیں جن کے حسب ونسب کا کوئی اَتا پتا نہیں ہوتا بلکہ) ہم خلیفۃ الرسول یارِ غار اَمیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَولاد سے ہیں۔اور ہمارے والد گرامی قدر حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں۔یہ ساری تفصیلات میں نے وثوق کے ساتھ "صفة الصفوة" میں بیان کردی ہیں۔پھر ہمارے آباواجداد کا جھکاؤ بیع وشرا اور تجارت کی طرف ہوگیا، مجھے یاد نہیں آتا کہ میرے علاوہ متاخرین میں کوئی ایسا ہو جسے طلب علم وفضل کی توفیق ملی ہو، اب بات تم تک آ پہنچی ہے؛ لہٰذا سمندِ جد وجہد کو مہمیز لگادو، اور شوق کو اپنا اِمام بنا کر میدانِ علم میں کچھ کرگزرو۔اُمید ہے کہ تمہاری ذات سے میری جو توقعات وابستہ ہیں انھیں رُسوا نہ کروگے۔میں تجھے اللہ کے حوالے کرتا ہوں، اوراسی سے سوالی ہوں کہ وہ تجھے علم وعمل کی توفیق خیر سے نوازے۔یہی میری وصیت ونصیحت ہے، اُمید ہے کہ انھیں سچ کر دکھاؤگے۔

ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم والحمد لله رب العالمين و صلى الله على سيدنا محمد وعلىٰ آله وصحبه و سلم.

[آغازِ ترجمہ: ۲۳ جمادی الآخر ۱۴۳۰ھ–مطابق ۱۷/ جون ۲۰۰۹ء بروز چہار شنبہ۔اختتام ترجمہ: ۲۵/ جمادی الآخر ۱۴۳۰ھ–مطابق ۱۹/ جون ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مبارکہ؛ بمقام: دلاص یونی ورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ]

☆☆☆